**جان الیکزینڈر چاؤنی**، ناگپور

حقوقِ املاکِ دانش کاپی رائٹ، ٹریڈ مارک اور پیٹنٹ کی حمایت میں بحث کافی اچھی تھی لیکن چونکہ طبعی، طبّی اور انجینئرنگ سائنس میں تکنالوجی اور دریافتوں کے ذریعہ علم کی پیداوار مغربی دنیا اور مغربی دنیا میں بھی خاص کر امریکہ سے آئی ہے' اس لئے اگر مغرب کے علم پیدا کرنے والے ممالک حقوقِ املاکِ دانش پر اصرار کرتے ہیں تو ان کا اصرار بہت حد تک جائز ہے۔ جو بھی ہو، انہوں نے علم پیدا کیا ہے اور اپنی اس پیداوار سے زیادہ سے زیادہ اقتصادی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ جب معاملہ پیسہ کا آجاتا ہے تو انسانیت اور انسانی ہمدردی اور ایثار و قربانی جیسی چیزیں زیادہ وقعت نہیں رکھتیں اور وہ ممالک جو علم پیدا نہیں کرتے وہ مغرب میں یا دنیا کے کسی اور حصے میں دستیاب ریڈی میڈ علم کی نقل کرنا اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

ہندوستان کے ایک عام شہری اور دنیا کے شہری کی حیثیت سے میرے سامنے سب سے اہم بات یہی ہے کہ مغرب کے علم پیدا کرنے والے ممالک کو، جو املاکِ دانش کے حقوق کے مقصد کا دفاع اور تائید کرنے کا موقع آتے ہی اپنی پوری طاقت اور شدت کے ساتھ اس کام میں لگ جاتے ہیں، چاہیے کہ وہ تھوڑا انسانی ہمدردی کا نظریہ اپنائیں اور پیسہ بٹورنے یا منافع کمانے پر دھیان ذرا کم دیں۔

**ایس ایم گوئل، اجمیر**، راجستھان

کئی دہائیاں پہلے امریکی ماہرِ سماجیات سی پی اسنو نے کہا تھا ''تبدیلی کی رفتار اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ ہمارا تخیل تبدیلی کے قدم سے قدم ملا کر نہیں چل سکتا۔'' اس کے بعد سے اب تک عالمی منظر نامے پر کافی تبدیلیاں آئی ہیں۔ پچھلے زمانے کے لوگ جن ضابطوں، قدروں اور طور طریقوں پر عمل کرتے تھے اب انہیں متروک کر دیا گیا ہے۔ اس طرح کے ماحول میں امریکہ میں یا کسی اور جگہ قانون بنا کر اختراعات اور ایجادات کے لئے جو تحفظ فراہم کیا گیا ہے وہ اب اپنی پائیداری بمشکل برقرار رکھ سکتا ہے۔ صارفیت اور تجارت اپنی بہترین فصلیں کاٹ رہی ہیں۔ پیسہ بنانے کے لئے نمائشی چمک دمک فون پر پروپیگنڈہ اور خوب شوخ اشتہار بازی کے ذریعہ صارفین کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے اور حقیقی اور سچی چیزوں کو جن کے پاس ضمانت یافتہ ٹریڈ مارک ہیں، پیچھے چھوڑ دیا گیا ہے۔ ریمکس کی صورت میں (یعنی ذرا سی تبدیلی کے ساتھ نقل کر کے بنائے گئے) آرٹ اور سافٹ ویئر سے بازار بھرے ہوئے ہیں۔ کسی کتاب کی کاپی رائٹ ہوتی ہے اس کے باوجود اس کا سستا، مسروقہ ایڈیشن بازار میں چھا جاتا ہے۔ کوکا کولا، زیلٹ، کینون اور فلپس کی بہت سی نقلیں بازار میں ہیں۔ ایسے میں حقوقِ املاک سے ان کا مقصد حل نہیں ہوتا اس کے باوجود حکومت کرنے والی طاقتوں پر لازم ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کے مفاد میں مصنوعات کی کوالٹی کو چیک کریں۔

**منیش گپتا**، جے پور، راجستھان

حقوقِ املاکِ دانش پر شائع کئے گئے خصوصی مضامین پڑھنے کے لائق بہت اچھے مضامین تھے۔ کرن بھائی نے کہا ہے کہ ''ہندوستان کے لئے حقوقِ املاکِ دانش اتنے ہی اہم ہیں جتنا کہ بنیادی ڈھانچہ''۔ کسی چیز کی تخلیق کرنے والوں کے املاکِ دانش کے حقوق کا تحفظ کرنا ہر روز زیادہ سے زیادہ اہم ہوتا جا رہا ہے اور حقوقِ املاکِ دانش کی حفاظت کا بنیادی ڈھانچہ تیار کرنا ایک فوری توجہ طلب اگلا قدم ہے۔ ہندوستان کو دنیا کی ''انسانی وسائل راجدھانی'' اور ''علم راجدھانی'' سمجھا جاتا ہے۔ یہ دنیا کی املاکِ دانش راجدھانی بھی ہے۔ ڈبلیو ٹی او اور ٹرپس نظام نے محسوس اثاثہ جات سے توجہ موڑ کر غیر محسوس اثاثہ جات کی طرف مبذول کرا دی ہے۔ تخلیقی صنعتوں اور علم پر مبنی چھوٹے اور متوسط اداروں کے لئے اختراعی املاکِ دانش کی تخلیق اور املاکِ دانش کا تحفظ آج انسانی بقا کے کلیدی اجزا ہیں۔

جیسا کہ ڈامنک کیٹنگ نے تذکرہ کیا ہے حقوقِ املاکِ دانش کا تحفظ آرٹ سے سافٹ ویئر اور سافٹ ویئر سے اشیائے صارفین تک تمام زمروں میں اہم ہے۔ میں چاہوں گا کہ اس میں توسیع کی جائے اور ثقافتی روایتوں کے علم کا بھی احاطہ کیا جائے۔ اہل، بالکل نچلی سطح کی تخلیقی برادریوں کے املاکِ دانش کے حقوق کا تحفظ دیہی عوام کے لئے دولت کمانے کا ایک اہم راستہ ہے اس سے ہمارے ملک کی عمومی لائقِ برداشت ترقی بھی یقینی ہو سکتی ہے۔

آئی پی آر کا تحفظ آگے کی تخلیق اور اختراع کے لئے ایک ترغیب ہے اور اس سے جعلی مصنوعات کی لعنت کو روکنے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔ ہندوستان میں فیشن اور فلم کی صنعتوں میں کاپی رائٹ کی خلاف ورزی کے کیسوں کی وارداتیں اس کی تحریک دینے کے لئے کافی ہیں کہ حقوقِ املاکِ دانش کا ایک بنیادی ڈھانچہ تیار کیا جائے جس کے ذریعہ ملک کی معیشت کو عالمی معیشت سے ہم آہنگ کرنے کے عمل گلوبلائیزیشن سے لاحق خطرات کو تجارتی مواقع میں بدل ڈالنے میں مدد ملے۔

**وریش ملک**، نئی دہلی

میں ہندوستان میں امریکی کاروں کی تاریخ سے متعلق دلچسپ مضمون میں بعض مقامات پر اضافہ کرنا چاہوں گا۔

۱۹۵۰ کی دہائی کے بیچ کے برسوں تک امریکی ٹرکوں کی موجودگی اور ان کی تاریخ کباڑ خانے میں گم ہو گئی ہے، یہ افسوس کی بات ہے۔ لیکن آج بھی ہندوستان میں تقسیمِ ہند کے دور کی فلمیں بنائی جائیں تو ان ٹرکوں کے بغیر نہیں بن سکتیں۔ نیل گیریز میں، جام نگر گجرات کے آس پاس اور امرتسر کے باہر ہندوستان پاکستان سرحد پر آج بھی ان ڈوج اور فرگوٹرکوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔

تبدیل کئے گئے ہرلی ڈیوڈسن، جن کو کثافت کنٹرول کے نام پر نئی دہلی کی سڑکوں سے ناپید کر دیا گیا، کا تذکرہ بھی ایک ایسے پہلو کے طور پر ہونا چاہیے تھا جس سے ہندوستان میں امریکہ سے سپر بائیکس کی آمد کے احیاء کا ماحول بنتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میری نوجوانی کے دنوں میں جنوبی دہلی میں ہندوستانی چیف موٹر سائیکلیں ساؤتھ ایکسٹینشن علاقے میں دندناتی پھرتی تھیں۔

فورڈ ماڈل اے، جو بیرونی ملکوں میں اتنا مقبول کبھی نہیں رہا، ہندوستان میں خوب چلا۔ اس کے چلنے کا سبب اس کی طاقت اور ناہمواری تھی۔ اس کے بڑے بڑے پہیئے ندی پار کرنے کے لئے بنائے گئے تھے۔ دیہی علاقوں میں یہ گاڑی خوب چلتی تھی گرچہ اس کی کوئی شہری قدر نہیں ہے لیکن اسے اب بھی قیمت اور مینٹے نینس کے نقطۂ نظر سے اچھی اور لائقِ خرید پرانی کاروں میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

آج کی سلی کون ویلی اور موٹر سواری کے درمیان تعلق تب میری نگاہ میں آیا جب میں نے کیلی فورنیا کے مل پٹس میں ایک مال کا دورہ کیا۔ یہ مال وہیں بنایا گیا ہے جہاں فورڈ کمپنی اپنے مسٹنگ بناتی تھی۔ میں دوسروں کے بارے میں نہیں جانتا لیکن میری نگاہ میں وہ ایک مقدس سرزمین ہے۔

امریکہ میں ہندوستانی نرم مزاج لوگوں کا ایک چھوٹا سا لیکن ابھرتا ہوا گروپ ہے جو کچھ وقت نکال کر اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ اپنے کالج کے دنوں کی امریکی مشل کاروں کو بحال کر سکے۔ آپ ان میں سے ایک کار [http://www.eslurf.com/corvette] پر دیکھ سکتے ہیں۔